شریعت اسلامیہ کی جامعیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ

آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) جس طرح آخرت کی فلاح وانجام کے ذرائع او اسباب کو بتلاتی ہیں، اسی طرح اس دنیاوی زندگی کی فلاح و بہبودی پر بھی پوری روشنی ڈالتی ہیں، وہ جس طرح روحانیت اور ملکیت کی دشوار گزار گھاٹیوں میں رہنمائی کرتی ہیں، اس طرح مادیت اور بہیمیت کی اصلاح اور درستی کی راہوں میں بھی مشعل ہدایت بنتی ہیں، وہ جس طرح مخلوق کو خالق اور اس کی رضا و خوشنودی سے دوچار کرتی ہیں، اسی طرح مخلوقات کے آپس کے تعلقات کو بھی نہایت استوار اور مہذب بناتی ہیں، وہ جس طرح شخصی اور انفرادی اخلاق واعمال کی درستی کی ذمہ دار ہیں، اسی طرح اجتماعی زندگی اور سیاسی ترقیات کی بھی کفیل ہیں، وہ اگر ایک طرف تدبیر منزل اور اسیاسات مدینہ کی اصلاحی اسکیم پیش کرتی ہیں تو دوسری طرف اعتقادات حقہ اور حکم بالغہ کی طرف بھی ہدایت کرتی ہیں، انہوں نے اگر اوہام وشکوک اور عقائد باطلہ کا قلع قمع کر دیا ہے تو دوسری طرف بیکاری، گداگری، آرام طلبی، اسراف، ظلم وستم، کمزوروں اور ضعفاء کے ستانے (وغیرہ) کو بھی جڑ سے کھود ڈالا ہے، غرض یہ کہ عالم انسانی کی روحانی اور جسمانی زندگی اور ترقی کی جس قدر ضرورتیں اور حوائج تھیں، خواہ اس عالم سے تعلق رکھتی ہوں یا آئندہ پیش آنے والے عالم سے وابستہ ہوں، ان میں مکمل ہدایات اور رہنمائی موجود ہے۔

قرآن کو اٹھا کر دیکھئے، اگر ایک جگہ اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ کا حکم ہے تو دوسری جگہ واعد والھم ما استطعتم، الآیۃ ارشاد ہے، اگر کہیں یا ایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیرا، فرمایا گیا ہے، تو دوسری جگہ اصلحوا بین اخویکم اور لا تنابزوا بالالقاب وغیرہ آداب معاشرت کا ذکر کیا گیا ہے، اگر کہیں حج، روزہ اور زکوٰۃ کے احکام ذکر کئے گئے ہیں تو دوسری جگہ جہانبانی اور حدود وقصاص، تعزیر ونکاح، طلاق وخلع، جنگ وصلح کے قوانین بتلائے گئے ہیں، اگر کہیں اعمال واموال کی اصلاحی تدبیریں، زہد وریاضت کی عمدہ صورتیں بتائی گئی ہیں تو دوسری جگہ عقائد حقہ اور علوم صادقہ کی تعلیمات

موجود ہیں، اگر کہیں امم ماضیہ اور اقوام عالم کی تاریخ پیش کر کے عبرت دلائی گئی ہے تو دوسری جگہ زمینوں اور اقالیم کی جغرافیائی حالتوں اور ان کی آیات وغیرہ کو نظر وفکر اور غور سے دیکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اگر ایک جگہ فلکیات اور نجوم وکواکب کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تو دوسری طرف نفسیات کو پیش کیا گیا ہے، اگر ایک جگہ فلسفۂ جمادات، نباتات، حیوانات، عنصریات، طبعیات اور مابعد الطبعیات کو سمجھایا گیا ہے تو دوسری جگہ حکمت ابدان ونفوس اور روحانیت، عالم ملکوت، مافوق الحسیات وغیرہ کو روشن کیا گیا ہے۔

الحاصل، مذہب اسلام اور اس کے علوم وتعلیمات ایک جامع اور مکمل روشنی ہے جس میں ہر قسم کی اصلاح اور ہر نوع کی ہدایتیں موجود ہیں، وہ ان مذاہب کی طرح ناقص مذہب نہیں ہے جس میں انسانی نجات کے ایک پہلو کا تکفل کیا گیا ہے اور دوسرے پہلوؤں سے اعراض اور بے توجہی برتی گئی ہے۔

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس سالہ زندگی اور تعلیمات کو ملاحظہ فرمائیے کہ کس قدر جامع واقع ہوئی ہے، اگر ایک طرف آپ اصولِ خلافت وسلطنت جمہوریت اور آداب حکمرانی، تدابیر مملکت، حل وعقد، صلح وجنگ وغیرہ عمل میں لاتے اور تعلیم فرماتے ہیں تو دوسری طرف سیاست منزلی، تہذیب اخلاق، آراستگی آداب، خاندانی معاملات، گھرانوں کے آپس کے تعلقات کو اعلیٰ پیمانے پر عمل میں لاتے ہوئے لوگوں کو سکھلاتے ہیں، اگر کبھی آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام مسند قضا اور کرسی، انصاف وفصل خصومات، قطع منازعات پر جلوہ افروز ہوتے ہوئے ججی اور چیف جسٹسی کے فرائض کو انجام دیتے اور امت کو ان کا درس دیتے ہوئے فیصلہ جات کے دستور العمل کی تعلیم کرتے ہیں تو کبھی قواعد تقنین، استخراج مسائل، افتاء واقعات، استنباط احکام عمل میں لاتے ہوئے لوگوں کو لا (LAW) اور قانون کا ماہر بناتے ہیں۔

اگر کبھی آپ کرسی احتساب وفوجداری پر بیٹھے ہوئے حدود وقصاص، تعزیز وحبس، حزب وطرد، تادیب وغیرہ مجرموں، قانون وغیرہ کو ہاتھ میں لینے والوں، اہل فسق وفجور، اصحاب بغی وعدان، ارباب منکرات قانون شکنی کرنے والوں وغیرہ پر جاری فرماتے ہوئے طرق سیاست، اہل بدعات، قواعد احتساب، ذرائع سد منکرات، مداخل شہوات وغضب، تعدی وغصب روکنے اور تھامنے کے قوانین کی تعلیم فرماتے ہیں، تو کبھی خوش الحانی اور عمدہ طریقہ پر قرآن خوانی کرتے ہوئے قلوب وارواح کو زندہ کرتے اور قواعد قرأت وتجوید، مخارج حروف اور صفات اظہار واخفار وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں، کبھی اوراد وادعیہ، نوافل نماز وروزہ، شب بیداری وتہجد گزاری، ذکر وفکر، اعمال روحانی وغیرہ میں مستغرق ہوتے ہوئے انوار ربانیہ کو جلوہ افروز اور ملائکہ روحانیہ کو جذب کرتے اور مادی ظلمات اور نفسانی کثافتوں کو دور کرتے ہوئے حاضرین بارگاہ کی غفلتوں اور پراگندگی کو دفع کرتے ہیں۔ کبھی ان طرق ذکر وفکر وغیرہ کی تعلیم اور ان کا تصفیہ اور تزکیہ کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں، تو کبھی اسرار ذات وصفات وافعال واحکام الٰہیہ اور بے غایت وبے نہایت علوم وحقائق کو بیان فرماتے ہوئے لوگوں کو علوم وحقائق فلسفہ الٰہیات اور حکم حقیقیہ کی تعلیم کرتے ہیں، اگر کبھی آپ ممبر وعظ ونصیحت پر جلوہ فرماتے ہوئے

دلوں اور روحوں میں زلزلہ ڈالتے ہیں اور ترغیب و ترہیب کے میدان میں اتر کر دوزخ کے عذاب، قبر اور حشر و نشر کے ہولناک منازل، حساب اور میزان و پل صراط کے جانگداز مصائب و مشکلات، جنت کی اعلیٰ درجہ کی نعمتیں اور اس کے مقامات عالیہ اور ان کے ذرائع و اسباب کا ذکر کر کے کافروں کی زناروں کو تڑواتے، نافرمانوں اور عاصیوں سے توبہ کراتے، سخت دلوں کو موم بناتے اور مادی دنیا اور اس کے تعلقات سے زاہد اور متنفر کرتے ہوئے حق شناسی کی تعلیم و تلقین فرماتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، تو کبھی میادین جنگ، احد، بدر، حنین، تبوک وغیرہ میں اتر کر مورچہ بندی، صف آرائی، تربیت افواج، قتل و قتال، فتح و شکست وغیرہ خدمات سپہ سالاری و جرنیلی انجام دیتے ہوئے لوگوں کو مکمل فوجی تعلیم دیتے ہیں، اگر آپ ماہر اقتصادیات اور استاد معاشیات بن کر کبھی تجارات، صناعات، کسب معیشت، ذراعات وغیرہ کی تعلیمات اور ترغیبات دیتے ہوئے اقتصادیات کی تلقین بیکاری اور گداگری کی قباحتیں ذکر فرماتے اور بیع و شرا مزارعت و مساقات، سلم داجارہ، رہن وحوالہ، کفالت و شرکت وقف و دیعت وغیرہ ضروری معاملات کے قوانین بناتے اور تعلیم دیتے ہیں تو کبھی فرائض رسالت و سفارت انجام دیتے ہوئے تبلیغ اور دعوت فرماتے اور دنیا کی قوموں اور بادشاہوں کو حق پرستی اور حقیقی اصلاح و نجات کی طرف بلاتے ہیں، لوگوں کو حسب استعداد قابلیت اطراف عالم کی طرف بھیجتے ہیں، اقوام عالم کے قلوب کو مائل کرنے اور ان کی ارواح کو مسخر کرنے کی عمدہ سے عمدہ تدبیریں عمل میں لاتے ہیں، اگر کبھی روحانی مرشد کامل بن کر ارشاد و تلقین، تزکیہ و تجلیہ عمل میں لاتے ہوئے اپنی روحانی طاقت اور توجہ قلبی سے لوگوں کے دلوں اور روحوں سے نفسانی کدورتوں اور مادی آلائشوں کو دور کرتے اور اس کی تعلیم دیتے ہیں اور کبھی جسمانی امراض اور ابدانی اقسام کے معالجہ کرنے والے خواص عقاقیر وادویہ اور امراض کی تشخیص کرنے والے اور اس کی تعلیم دینے والے نظر آتے ہیں۔

الغرض، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس سالہ زندگی اور آپ کی تعلیمات پر اگر غور سے نظر ڈالی جائے اور آپ کی تعلیمات پر توجہ کی جائے تو اس قدر جامع اور کامل نظر آئے گی کہ جس کی نظیر کسی رہبر اور کسی ہادی میں ملنی دشوار بلکہ محال ہے، آپ کی صداقت اور کمالات کے متعلق جو کچھ غیر مسلموں نے لکھا ہے اور جو کچھ آپ کی سچی اور بے لوث مکمل تعلیمات پر مخالفین نے رائے زنی کی ہے، اگر ہم جمع کریں تو ایک طویل دفتر ہو جائے، مگر بطور مشتے نمونہ از خروارے، ہم ''مسٹر طامس کارلائل'' کا وہ مقولہ نقل کرتے ہیں جو اس نے اپنی تصنیف ''ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ'' میں لکھا ہے، وہ کہتا ہے:

> ''صاف شفاف قلب اور پاکیزہ روح رکھنے والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیوی ہوا و ہوس سے بالکل بے لوث تھے، ان کے خیالات نہایت متبرک اور ان کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے، وہ ایک سرگرم اور پرجوش ریفارمر تھے، جن کو خدا نے گمراہوں کی ہدایت کے لئے مقرر کیا تھا، ایسے شخص کا کلام خود خدائی آواز ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انتھک کوشش کے ساتھ حقانیت کی اشاعت کی اور زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے مقدس مشن کی تبلیغ جاری رکھی، دنیا کے ہر حصہ میں ان کے متبعین بکثرت موجود ہیں اور اس

میں شک نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت کامیاب ہوئی۔" (عصر جدید ۱۸ اگست ۱۹۲۹ء)

اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے صحابہ کرام اور تلامذہ عظام نے کامل ہادی اور مکمل ریفارمر بن کر آپ کے بعد ہی تقریباً تمام دنیا میں عدل وحقانیت، خدا ترسی وعدالت، اخلاص وللّٰہیت، سچی مساوات اور مکمل سیاست، کامل ہمدردی اور اخوت، انصاف اور جمہوریت پھیلا دی، بچوں کا قتل کرنا مٹا دیا، ناروا غلامی کو دور کر دیا، ملکی حقوق میں برابری دے دی، اپنوں اور غیروں، مسلم اور غیر مسلم، ایشیائی اور افریقی، عرب اور عجم وغیرہ میں یکساں انصاف کیا، بھاری محصولاتِ سلطنت کو گھٹا کر عشر (دسواں) اور نصف العشر (بیسواں) اور ربع العشر (چالیسواں) حصہ کر دیا، تجارت کو تمام بے جا محصولات اور مزاحمتوں سے آزاد کر دیا، اسلام کے معتقدین کو مذہبی سرگرمیوں کے لئے جبریہ ٹیکس دینے سے بری کر دیا، مغلوب مذاہب پر غلبے کے لئے مذہبی چندوں کی رسم کو مٹا دیا، انہوں نے ان مفتوح اقوام کو بھی ہر قسم کے حقوق اپنوں کی طرح عطا کیے، جو کہ اپنے ہی مذاہب کے پابند تھے، ان کے جان ومال، عزت وآبرو کی اسی طرح حفاظت کی جس طرح مسلم اقوام کی جاتی تھی، ان کو ہر قسم کی پناہ دی، انہوں نے مال کی حفاظت کے لئے سود لینے کو اور بغیر حکمِ عدالت خون کا بدلہ لینے کو موقوف کر دیا، صفائی اور پرہیز گاری کا تحفظ کیا، حرام کاری کو موقوف کر دیا، غریبوں کو خیرات دینے اور بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر رحمت وشفقت کی ہدایت کی، حیا وشرم کو پھیلایا، فواحش اور منکرات کو مٹایا، اوہام باطلہ اور من گھڑت اور مادی آلہ کی حکومت کو اقوام عالم سے نیست ونابود کر دیا اور ان کی نفرت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی۔

ان تھوڑے ہی دنوں کی تعلیم وتربیت سے اگر ایک طرف خالد بن ولیدؓ، ابوعبیدہ بن الجراحؓ، سعد بن وقاصؓ، عمرو بن عاصؓ، سلمان فارسیؓ وغیرہم جیسے فاتحین عالم اور سپہ سالار پیدا ہو گئے، جنہوں نے قوی سے قوی اور مضبوط سے مضبوط سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے تو دوسری طرف ابوبکر بن ابی قحافہؓ، عمر بن خطابؓ، عثمان بن عفانؓ، معاویہ بن ابی سفیانؓ جیسے سیاسی جہاں باں بنا دیئے گئے، اگر ایک طرف ابوذر غفاریؓ، عبداللہ بن عمرو عاصؓ جیسے زہاد وعباد تارک الدنیا بن گئے تو دوسری طرف حکیم بن حزامؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرہ جیسے اعلیٰ درجہ کے تاجر تیار ہو گئے، اگر ایک طرف حضرت علی بن ابی طالبؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عباسؓ جیسے قاضی اور جج تیار ہوئے تو دوسری ابو ہریرہؓ، انس بن مالکؓ، عبداللہ بن مسعودؓ جیسے پروفیسرانِ علوم موجود ہو گئے (اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کی تفصیلی فہرست پیش کرتا)

یہی تعلیمی جامعیت، مذہب کی ہر قسم اور ہر شعبہ پر شان احتوا تھی، جس کے ہر قانون اور ہر قاعدہ میں مشفقانہ اصلاح اور مربیانہ ہمدردی بھری ہوئی تھی، اس نے مسلمانوں کو باوجود ہر قسم کی بے سروسامانی کے اقوام عالم پر حکمراں بنا دیا، بڑی سے بڑی قومیں ان کے سامنے سربسجود ہو گئیں، مذہب اسلام عالم انسانی کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا، قومیں فوجاً فوجاً اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئیں، نہ صرف مفتوح قومیں بلکہ اجنبی ممالک اور فاتح اسلام قومیں بھی اسلام میں داخل ہو گئیں، جس کی بنا پر نہایت ہی تھوڑے عرصہ میں بحر اٹلانٹک کے مشرقی ساحل سے لے کر بحر پاسفک کے مغربی ساحلوں اور اس

کے جزائر تک اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا اور باوجود یہ کہ بانی اسلام کی جدائی کے وقت مسلمانوں کی مردم شماری چار لاکھ سے زائد نظر نہیں آتی، مگر آج بقول نیویارک ٹائمز، اسلام کے ماننے والے ستر کروڑ پائے جاتے ہیں، مسلمانوں نے اسی تعلیم قرآن وحدیث کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ فنون بنائے۔ علم عقائد وتوحید میں بہت سی کتابیں مختصر اور مطول لکھی گئیں، جن میں انہی علوم سابقہ اور حقائق یقینیہ پر روشنی ڈالی گئی جو کہ الٰہیات اور رسالت، مبدا اور معاد وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے، شکوک اور شبہات باطلہ اور اوہام وخیالات فاسدہ کو جن میں دوسرے مذاہب مبتلا تھے، ان کا قلع قمع کیا گیا، فلسفۂ یونان وغیرہ کے ترجمے ہونے کے بعد جو امور باعث شکوک ہوتے تھے یا ہو سکتے تھے، ان کے ازالہ کے لئے طول طویل بحثیں پیش آئیں اور علم کلام مدون ہوا، ان میں دہریہ، ملاحدہ، یہود، نصاریٰ، بت پرستوں وغیرہ کے شبہات وغیرہ پر پوری روشنی ڈالی گئی، علم فقہ میں تمام اسلامی قوانین کو ضبط کیا گیا، جو کہ طہارت وعبادت، نماز روزہ، زکوٰۃ حج کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے بلکہ ان میں تدبیر منزل کے تمام قوانین خواہ نکاح، طلاق وعدت، رجعت، خلع وایلاء وغیرہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں یا معاشرت اور امور خانہ داری، انصاف بین الازواج والاقربا والخدمہ سے وابستہ ہوں، سب پر روشنی ڈالی گئی ہے، نیز غیر مسلم رعایا اور اعدائے اسلام اور مخالفین خلافت اسلامیہ نیز فرمانان قوانین وغیرہ کے متعلق احکام وتعزیرات، صلح وجنگ، جزیہ اور ٹیکس وغیرہ کے اصول وقوانین بتائے گئے ہیں۔

دنیاوی زندگی کے تمام معاملات، کمپنیوں اور شرکتوں کے قواعد، تجارت اور صناعات کے احکام، مفصل خصومات، شہادات اور ایمان کے دستاویز، اقرار ناموں، فارموں اور اسٹامپ، وصیت ناموں، وکالت ناموں وغیرہ کے ضوابط اور صور درج کئے گئے ہیں، فتاویٰ اور شروح جن پر تمام اسلامی حکومتوں کا ہمیشہ عمل درآمد رہا ہے، انہیں قوانین سے پر ہیں۔

علوم تصوف میں اخلاقیات پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے، زہد وریاضت، تقویٰ اور پرہیز گاری، خدا ترسی اور خلقت پروری، روحانیت اور محاسن اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے، علاوہ ازیں اصول فقہ، اصول حدیث، اصول تفسیر، تفسیر اور ان کے آلات وذرائع نحو، صرف، معانی، بیان، ادب، لغت، قراءۃ، تجوید، فرائض، حساب، ریاضی، جغرافیہ، تاریخ، ہیئۃ، فلسفہ، منطق، جبر ومقابلہ، مساحت، اصطرلاب ربع مجیب وغیرہ ہر قسم کے فنون ہیں جن کو مدارس اسلامیہ کے پروگرام میں ہمیشہ سے کم وبیش حصہ دیا گیا ہے، ان علوم وفنون میں سب سے زیادہ خدا ترسی اور تعلق الٰہی اور رضا جوئی خداوندی کو اہمیت دی گئی ہے، مخلوق کو خالق سے وابستہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اخلاق فاضلہ خیر اندیشی، فیض رسانی، پاکدامنی، حیا، تحمل، صبر، کفایت شعاری، سچائی، راستبازی، عالی ہمتی، صلح پسندی، سچی محبت وہمدردی، توکل بخدا، رضا بالقضا، انقیاد امر الٰہی، رعایا پروری، رواداری، ایثار وقربانی وغیرہ کو بہت زیادہ سراہا گیا ہے، ناانصافی، کذب، غرور، انتقام، غیبت، استہزاء، طمع، فضول گوئی، فضول خرچی، خود غرضی، عیاشی، خیانت، بدعہدی، بدگمانی، قطع رحمی، نفاق وغیرہ برے افعال واعمال کو بہت زیادہ قابل ملامت ونفرین قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کو نہایت ہی قبیح بلکہ بے دینی بتایا گیا ہے، ان میں سچائی کے ساتھ مخلوق

خدا کے ساتھ احسان وکرم، نفع رسانی اور خیر خواہی کی تاکید کی گئی ہے، ابتداء ہی سے تعلیمات اسلامیہ میں ایسی ایسی درسیات داخل کی گئی ہیں جن سے بچپن ہی سے اس قسم کے جذبات پیدا ہو جائیں، بے حیائی اور خود غرضی فواحش اور دست درازی، گناہوں وغیرہ سے نفرت دل میں جاگزیں ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ ابتدائی تعلیمات میں کریما، پندنامۂ عطار گلستان، بوستاں وغیرہ جیسی کتب داخل کی گئیں، جن سے روحانیات اور روحانی اخلاق میں روز افزوں ترقی موجزن ہو ہیں، ان میں خداوند کریم کی غیر محدود طاقت اور علم کا یقین دلایا گیا ہے، برائیوں اور ممنوعات کے ارتکاب پر بے پناہ عذاب خداوندی سے ڈرایا گیا ہے اور فرمانبرداری اور عمدہ اعمال واخلاق پر غیر متناہی انعامات کے پختہ وعدے کیے گئے ہیں، جن کی وجہ سے حقیقی امن وامان اور کامل ترقی اور فلاح، دنیا وآخرت میں ہو سکتی ہے، تنہائی میں، مجالس میں، چہار دیواری کے احاطوں میں، پہاڑوں میں، جنگلوں میں، تہہ خانوں میں، شہنشاہی تختوں پر، مضبوط قلعوں کے احاطوں میں، افواج وعساکر کی قوتوں کے ساتھ بیچارگی اور کمزوری کی حالت میں یکساں طور پر برے اعمال واخلاق سے بچنا اور محاسن افعال وملکات کو اختیار کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

شریعت اسلامیہ کا مغربی علوم سے موازنہ:...... مگر مغربی علوم اور تعلیمات جدیدہ ان معانی سے عموماً خالی ہیں، وہ خدا کے وجود اس کی غیر متناہی طاقتوں اور عالم آخرت کی جزا اور سزا، اس کی صفات کاملہ سے (جو کہ مکمل امن وامان کے ذرائع اور حقیقی ترقی انسانی اور روحانیت کاملہ کے وسائل تھے) نہ صرف بے پرواہ ہیں، بلکہ بسا اوقات ایسی تعلیم پر استہزا کرنے والی اور الحاد ودہریت (جو کہ تمام مفاسد کی جڑ ہے) کی طرف کھینچ کر لے جانے والی ہیں، وہ روحانی اور ملکیت کی دشمن اور مادہ پرستی کی شیدا ہے، وہ اسباب مزعومہ اور علل مخترعہ کی اس قدر فریفتہ ہے کہ اس کے نیازمندوں کو کبھی روح اور مافوق الطبیعۃ کا وہم وخیال بھی نہیں آتا، روحانی ترقیات اور ملکی صفات واحوال سے اس کو انتہائی گریز ہوتا ہے، وہ خود غرضی کے میدان میں اس قدر سرگرم ہے کہ جس کے لئے اقوام اور امم کو ممالک واقالیم کو موت کے گھاٹ اتار دینا اور بے زر وبے ورم بنا دینا نہ صرف جائز بلکہ کمال شمار کرتی ہے، چنانچہ یہی معاملہ تمام یورپین اقوام کا اپنی مستعمرات کے ساتھ جاری ہے۔ سر جان شور ۱۸۳۳ء میں کہتا ہے:

"برطانوی صنعت بڑھانے کے لئے ہندوستانی دستکاری کا گلا گھونٹنا بڑے فخر کے ساتھ انگریزی تدبر قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ یہ برطانوی فسادات کا ایک بہت ہی بڑا ثبوت ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ اپنے ملک کی ترقی کے لئے انگریزوں نے کس طرح چونگی اور محصول لگا کر ہندوستانی صنعتی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔"

دوسری جگہ لکھتا ہے:

"لیکن ہندوستان کا عہد زریں گزر چکا ہے، جو دولت کبھی اس کے پاس تھی اس کا جزو اعظم ملک کے باہر کھینچ کر بھیج دیا گیا ہے اور اس کے قدرتی عمل اس بدعملی کے ناپاک انتظام نے معطل کر دیئے ہیں جس

نے لاکھوں نفوس کی منفعت کو چند افراد کی خاطر قربان کر دیا ہے۔" (حکومت خود اختیاری)

وہ نفاق اور ڈپلومیسی کو پایۂ فضیلت اور ذریعۂ فخر و مباہات سمجھتی ہے، "میسرز جارج ایلن اینڈ انون" لندن کا مشہور پبلشر کتاب "جنس تمدن" میں اقتباس ذیل شائع کرتا ہے:

"موجودہ تمدن کا سارا لب لباب منافقت ہے، لوگ اپنا عقیدہ ظاہر خدا پر کرتے ہیں لیکن عملاً اپنی جانیں تک مال پر قربان کرتے رہتے ہیں، زبانوں پر آزادی کا دعویٰ رہتا ہے، لیکن جو آزادی کے علمبردار ہوتے ہیں، ان کو ہی سزا ملتی ہے، دعویٰ مسیح کی پیروی کا ہے اور اطاعت مسولینی کی، کی جارہی ہے، عزت کے الفاظ عصمت کے متعلق استعمال کئے جاتے ہیں لیکن عملی زندگیاں حرام کاری اور آتشک کے لئے وقف ہیں، زبانی داد سچائی کی دیتے ہیں لیکن عملاً اقتدار و اختیار کی کرسیوں پر بد دیانتوں ہی کو بٹھائے ہوئے ہیں، زبانوں پر اخوت کے نعرے ہیں، لیکن جو بھائی ان کی جنگ یا وطنیت یا قومیت کے بدمستانہ جلوسوں میں شریک نہیں ہوتے ان کے لئے یا جیل خانہ ہے یا جلاوطنی یا بندوق کی گولیاں۔" (سچ لکھنؤ ۲۴ جنوری ۱۹۳۰ء)

وہ حدود و قوانین کی مراعات کرتے ہوئے ہر قسم کی بے حیائی، فواحش و اسراف کو جائز رکھتی ہیں، وہ فضول خرچی کی نہ صرف اجازت دیتی ہیں بلکہ بسا اوقات ضروری قرار دیتی ہے، انگلستان اور دیگر ممالک یورپ اور امریکا کے غیر صحیح النسل بچوں کی تعداد ہائیڈ پارک اور دوسرے مقامات کی حرام کاری کی رپورٹیں اور اعداد و شمار، مادرزاد برہنگی کی روز افزوں ترقی وغیرہ طلاق اور خلع کا موجیں مارنے والا سیلاب دیکھئے اور غور کیجئے، وہ اپنے وطن اور قوم کے لئے ہر قسم کے مظالم ہر قسم کی دست درازیاں روا اور جائز سمجھتی ہیں۔ سر جان شور ۱۸۲۳ء میں کہتا ہے:

"برطانیہ نے جو طرز حکومت قائم کیا ہے، اس کے تحت ملک اور باشندگان ملک رفتہ رفتہ محتاج ہوتے چلے جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان پرانے تاجروں پر جلد تباہی آگئی، انگریزی حکومت کی پیس ڈالنے والی زیادتیوں نے ملک اور اہل ملک کو اتنا مفلس کر دیا ہے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔"

جان سلیون کہتا ہے: "ہمارا طرز حکومت اسفنج کی مانند گنگا کے دھارے سے ہندوستان کی دولت چوستا ہے اور دریائے ٹامیس کے کنارے جا کر نچوڑ دیتا ہے۔" (حکومت خود اختیاری)

وہ مذہب اور دین کو جنون اور لغو قرار دیتے ہوئے لامذہبی کو مایۂ افتخار و مباہات سمجھتی ہے، وہ اس دنیوی زندگی اور مادی ترقی ہی کو مقصد حیات اور بام ترقی قرار دیتی ہے، اس کے بعد اس کے نزدیک کوئی مقصد اور مطمح نظر نہیں ہے، وہ انبیاء اور اس کی تعلیمات زاکیہ کو بے معنی اور دشمن انسانیت سمجھتی ہے، وہ رشتہ داروں میں میل ملاپ، بڑوں اور بزرگوں سے تادیب، چھوٹوں اور اپنوں پر رحمت و شفقت، فقیروں اور مسکینوں کی خبر گیری اور ان پر خیرات و صدقات کی دشمن ہے، سادہ

زندگانی اور کم خرچ معیشت کی راہ میں انتہائی رکاوٹ پیدا کرنے والی اور سرمایہ دار مادہ پرست مغربی قوموں کے فیشن کا پرستار بنانے والی ہے، خیال فرمائیے کہ وہ امریکا جس کے ہر فرد کی روزانہ آمدنی کا اوسط چودہ روپیہ ہے اور وہ انگلستان جس کے ہر فرد کی اوسط روزانہ چھ روپے بارہ آنے ہے۔ (دیکھئے انقلاب مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۲۸ء) اس کے فیشن اور تہذیب و مصارف کا اتباع اگر برطانوی عہد کا وہ ہندوستان کرنے لگے جس کے ہر فرد کی روزانہ آمدنی کا اوسط ایک پنس بقول ''سر ولیم ڈگبی'' اور ڈیڑھ آنہ بقول انقلاب ۲۹ جولائی ۱۹۲۸ء اور تقریباً سوا آنہ بقول ''لارڈ کرزن'' پڑتا ہے، تو بجز ہلاکت اور بربادی کیا حاصل ہوگا، یہی اور ان کے مثل دیگر وجوہ ہیں، جنہوں نے عالم مشرق اور بالخصوص اسلامی دنیا اور بالخصوص مسلمانانِ ہند کے علوم و معارف اور ان کی درسگاہوں اور ان کی زندگانی کو تباہی کے گھاٹ اتار دیا، مغرب کے سربرآوردوں نے ہمیشہ سے مشرق کی تعلیم گاہوں اور علوم کو مٹانے میں انتہائی سرگرمی کا ثبوت دیا، وہ قرآن شریف جو کہ تمام علوم و معارف کا سرچشمہ ہے اور تمام کمالات دینی و دنیوی، روحانی اور مادی کا مرکز و منبع ہے جس وقت سے وہ اتارا گیا ہے، آج تک محفوظ و مصئون رہ کر ہر قسم کی تحریفات وغیرہ سے پاک اور صاف ہے، جس کے ہر قسم کے کمالات کا نہ صرف مسلمان بلکہ مخالفین بھی پرزور الفاظ میں اقرار کرتے رہے ہیں۔

سر ولیم میور اپنی کتاب ''لائف آف محمد'' میں لکھتا ہے: ''جہاں تک ہماری معلومات ہیں، دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس (قرآن مجید) کی طرح بارہا صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔''

ڈاکٹر موریس فرانسیسی مشہور مصنف لکھتا ہے:

''قرآن دینی تعلیم کی خوبیوں کے لحاظ سے تمام دنیا کی مذہبی کتابوں سے افضل ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلیہ عنایت نے جو کتابیں دیں، ان سب میں قرآن بہترین کتاب ہے۔'' ڈاکٹر موریس کہتا ہے: ''قرآن نے دنیا پر وہ اثر ڈالا جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔'' (تنقید الکلام مصنفہ سید امیر علی)

''ڈاکٹر ایسن گاس'' اپنی ڈکشنری میں لکھتا ہے: ''قرآن کی خاص خوبی اس کی ہمہ گیر صداقت میں مضمر ہے۔'' جارج سیل (مشہور مترجم قرآن) کہتا ہے:

''قرآن جیسی معجز کتاب انسانی قلم نہیں لکھ سکتا، یہ مستقل معجزہ ہے جو مردوں کو زندہ کرنے کے معجزہ سے بلند تر ہے۔''

پادری وال ریسن بی ڈی (پٹسبرگ کے گرجہ میں امن عالم کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے) کہتا ہے: ''مسلمانوں کا مذہب جو قرآن کا مذہب ہے، ایک امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔''

گاڈ فری ہیگسن کہتا ہے: ''قرآن کمزوروں اور غریبوں کا غمخوار ہے اور ناانصافی کی جا بجا مذمت کرتا ہے۔'' ڈاکٹر کنین آئزک ٹیلر (کلیسائی انگلستان کے صدر نشین کی حیثیت سے ۱۸۷۷ء میں تقریر کرتے ہوئے) کہتا ہے: ''اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے، جو تہذیب و تمدن کا علمبردار ہے۔''

نیرایسٹ (لندن کا مشہور اخبار) لکھتا ہے: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وارشاد (قرآن) کی قدرو قیمت اور عظمت و فضیلت کو اگر ہم تسلیم نہ کریں تو ہم فی الحقیقت عقل ودانش سے بیگانہ ہیں۔''

مسٹر جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب ''اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن'' میں لکھتا ہے:

''منجملہ بہت سی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کے جو قرآن کے لئے واجب طور پر باعث فخر وناز ہوسکتی ہیں، دو خوبیاں نہایت بین ہیں: اول تو اس کا مودبانہ اور ہیبت ورعب سے بھرا ہوا طرز بیان، جو ہر اس مقام پر جہاں خدا تعالیٰ کا ذکر یا اس کی ذات کی طرف اشارہ ہو، اختیار کیا گیا ہے اور جس میں خداوند عالم کی ذات سے ان جذبات اور اخلاقی نقائص کو منسوب نہیں کیا گیا جو انسان میں پائے جاتے ہیں، دوسرے اس کا ان تمام خیالات والفاظ اور قصوں سے مبرا ہونا جو فحش اور خلاف اخلاق اور غیر مہذب ہوں، حالانکہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ یہ عیب توریت وغیرہ کتب مقدسہ یہود میں بکثرت پائے جاتے ہیں، فی الحقیقت قرآن ان سخت عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اس میں خفیف سے خفیف ترمیم کی بھی ضرورت نہیں، اول سے آخر تک اسے پڑھتے جائیے تو اس میں کوئی بھی ایسا لفظ پا ملے گا جو پڑھنے والے کے چہرہ پر شرم وحیا کے آثار پیدا کرے، قرآن میں ذات باری کی تعریف نہایت مشرح اور صاف ہے اور جو مذہب اس نے ان خوبیوں کے ساتھ قائم کیا ہے وہ وحدانیت الٰہی کا نہایت پختہ اور شدید یقین ہے اور بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کو فلسفیانہ طور پر صرف ایسا مسبب الاسباب مان لیا جائے جو اس عالم کو اپنے مقررہ قوانین پر چلا کر خود ایسی شان وعظمت کے ساتھ الگ ہے کہ اس تک کوئی شے نہیں پہنچ سکتی، قرآن کی رو سے ہر وقت حاضر وناظر ہے اور اس کی قدرت کاملہ ہمیشہ اس عالم میں عامل اور متصرف ہے، علاوہ ازیں اسلام ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں کوئی امر متنازعہ فیہ نہیں اور چونکہ اس میں کوئی ایسا معمہ نہیں جو سمجھ میں نہ آئے اور زبردستی قبول کرنا پڑے، اس لئے وہ لوگوں کے خیالات کو ایک سیدھی سادھی اور ایسی پرستش پر قائم رکھتا ہے جو تغیر پذیر نہیں ہے، حالانکہ تیز اور تند اور اندھادھند جوش مذہبی نے پیروان اسلام کو اکثر اوقات آپے سے باہر کردیا ہے۔

سب سے آخری بات یہ ہے کہ اسلام ایسا مذہب ہے کہ جس سے ولیوں، شہیدوں، تبرکات اور تصویروں کی پرستش اور ناقابل فہم باتیں اور حکیمانہ باریکیاں اور راہبوں کی تجرید اور تعذیب نفس بالکل خارج کردی گئی ہیں، چنانچہ اسلام میں ایسے ثبوت موجود ہیں کہ جن پر خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس کے بانی نے ماہیت اشیاء اور اس زمانہ کی قوتوں کی حالت اور اس امر پر کہ مسائل مذہبی سے کیونکر مطابق ہوسکتی ہے، ایک طویل اور عمیق غور کے بعد اپنے مذہب کی بناڈالی ہے، اور اس وجہ سے کچھ محل تعجب نہیں ہے کہ اسلامی طور کی پرستش، اہل کعبہ کی بت پرستی اور صائبین کی پرستش اجرام فلکی اور زردشتیوں کی

آتش پرستی پر غالب آ گئی۔" (معجزۂ قرآن مجید صفحہ ۱۶۳)

چیمبرز انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار مذہب اسلام کے متعلق لکھتا ہے:

"مذہب اسلام کا وہ حصہ جس میں بہت کم تغیر و تبدل ہوا ہے (بلکہ نہیں ہوا) جس سے اس کے بانی کی طبیعت صاف صاف معلوم ہوتی ہے، اس مذہب کا نہایت کامل اور روشن حصہ ہے، اس سے ہماری مراد قرآن کے علم اخلاق ہے، ناانصافی، کذب، غرور، انتقام، غیبت، استہزا، طمع، فضول خرچی، عیاشی، خیانت اور بدگمانی نہایت قابل ملامت قرار دی گئی ہیں اور ان کو قبیح اور بے دینی بتایا ہے، بمقابلہ ان کے خیر اندیشی، فیض رسانی، پاک دامنی، حیا، تحمل، صبر، کفایت شعاری، سچائی، راست بازی، عالی ہمتی، صلح پسندی اور سچی محبت اور سب سے بڑھ کر توکل بخدا اور انقیاد امر الٰہی کو حقیقی ایمانداری کی اصل بنیاد اور مومن صادق کا اصل نشان قرار دیا ہے۔" (معجزۂ قرآن مجید ۱۶۷)

اسی مکمل کتاب اور بے نظیر کلام الٰہی کے متعلق مشہور ذمہ دار برطانیہ مسٹر گلیڈ اسٹون بھرے مجمع میں اس کو اٹھاتے ہوئے بلند آواز سے کہتا ہے: "جب تک یہ کتاب دنیا میں باقی ہے، دنیا متمدن اور مہذب نہیں ہو سکتی۔" انہیں علوم اور مدارس کے مٹانے اور مہلک علوم جدیدہ کو شائع کرنے کے لئے لارڈ میکالے کہتا ہے:

"ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان پیدا کرنا ہے جو اگر رنگ و نسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں تو دل و دماغ کے اعتبار سے فرنگی۔" (مدینہ بجنور ۲۸ جنوری ۱۹۳۶ء)

باوجودیکہ ہندوستان میں برطانوی حکومت سے پہلے ہر قریہ اور دیہات میں مشرقی علوم کے مدارس موجود تھے، جیسا کہ سر تھامس منرو کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے:

"ہندوستانیوں کا طریقۂ کاشتکاری، بے مثل صنعت و حرفت، ان کی صنعت و کاشتکاری کے معاملے میں اعلیٰ استعداد، ہر قریہ میں ایسے مدارس کی موجودگی جس میں نوشت و خواند اور حساب کی تعلیم ہوتی ہے، ہر شخص میں مہمان نوازی اور خیرات کرنے کا مبارک جذبہ موجود ہو اور سب سے زیادہ یہ کہ صنف نازک پر پورا اعتماد کیا جاتا ہو، اس کی عزت و عصمت اور عفت کا پوری طرح لحاظ رکھا جاتا ہو، یہ ایسے اوصاف ہیں کہ جن کے ہوتے ہوئے ہم اس قوم کو غیر مہذب اور غیر متمدن نہیں کہہ سکتے، ایسی صفات کی موجودگی میں ہندوستان کو یورپی اقوام سے کسی طرح کمتر قرار نہیں دیا جاسکتا، اگر انگلستان اور ہندوستان کے درمیان تہذیب تمدن کی تجارت کی جائے تو مجھے یقین کامل ہے کہ ہندوستان سے تمدن کی جو کچھ درآمد انگلستان میں ہوگی، اس سے انگریزوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔" (دیکھئے حکومت خود اختیاری)

مگر برطانوی حکومت نے ان مدارس کو اپنی ناپاک اور نجس پالیسی کی بنا پر تباہ و برباد کر دیا، مسٹر لڈلو اپنی تاریخ برطانوی

ہند میں لکھتا ہے:

''مجھے یقین ہے کہ ہندوؤں کے ہر گاؤں میں جو اپنی قدیم شان اور حیثیت کو قائم رکھے ہوئے تھا، عام طور پر بچے لکھ پڑھ سکتے تھے اور حساب میں انہیں خاص مہارت ہوتی تھی، لیکن ہم نے بنگال کی طرح جہاں جہاں دیسی سسٹم کو فنا کر دیا ہے، اس جگہ دیسی مدرسے بھی فنا ہو گئے۔'' (حکومت خود اختیاری)

جبکہ ہندوؤں کے ہر گاؤں میں بچے عام طور پر لکھے پڑھے ہوتے تھے اور مدارس قائم تھے، تو مسلمانوں کے گاؤں میں اور ان کی اولاد میں کہیں زیادہ تعلیم گاہیں اور علم و ہنر ہوگا، کیونکہ مسلمانوں کا مذہب تعلیم و تعلم کو فرض قرار دیتا ہے، وہ اس وقت تمام سیاست اور نظام کے مالک تھے، آنریبل مسٹر ایلفنسٹن اور ایف وارڈن نے ۱۸۲۳ء اور ۱۸۲۸ء میں مسئلہ تعلیم پر ایک یادداشت مرتب کی تھی، جس میں انہوں نے اس نقصان کو تسلیم کیا جو ملک کو انگریزوں کی ذات سے پہنچا تھا، ان کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

''ہم نے ہندوستانیوں کی ذہانت کے چشمے خشک کر دیئے اور ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ تعلیمی ترغیب نہیں ہوتی بلکہ اس سے قوم کا علم سلب ہوا جاتا ہے اور علم کے پچھلے ذخیرے نسیا منسیا ہوئے جاتے ہیں، اس الزام کے رفع کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ ہونا چاہئے۔'' (حکومت خود اختیاری)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ انیسویں صدی کے ابتدائی ہی حصہ میں برطانوی مدبرین نے مدارس اور تعلیم گاہوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا تھا اور ملک ہند سے علمی ذخائر کو معدوم کر کے ہندوستانیوں کو کاہل بنادیا تھا، برطانوی ناپاک پالیسی کا ہمیشہ سے تقاضا یہی رہا ہے کہ وہ ہندوستانیوں کے کسی قسم کے علوم کو بھی رائج نہ ہونے دیں، سرولیم ڈگبی اپنی کتاب ''پراسپرس برٹش انڈیا'' میں میجر جرنیل اسمتھ کے سی بی کی شہادت قلم بند کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''سوال: کیا آپ کسی طرح اس بات کو روک کر سکتے ہیں کہ دیسیوں کو ان کی طاقت کا علم نہ ہو؟

جواب: میرے خیال میں انسانی تاریخ میں کوئی ایسی تاریخ نہیں ملتی کہ معدودے چند اغیار چھ کروڑ آبادی کے ملک پر حکمرانی کر سکیں، (غالباً یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضہ میں تمام ملک نہیں آیا تھا) جسے آج کل رائے کی بادشاہت کہتے ہیں، اس لئے جونہی وہ تعلیم یافتہ ہو جائیں گے تو تعلیم کی تاثیر سے ان کے قومی اور مذہبی تفرقے دور ہو جائیں گے، جس کے ذریعے سے ہم نے اب تک ملک کو اپنے قبضہ میں رکھا ہوا ہے، یعنی مسلمانوں کو ہندوؤں کے خلاف کرنا اور علیٰ ہذا القیاس تعلیم کا یہ اثر ضرور ہوگا کہ ان کے دل بڑھ جائیں گے اور انہیں اپنی طاقت سے آگاہی ہو جائے گی۔''

الغرض برطانیہ نے ابتدا ہی سے علم اور ذرائع علم کو اپنی اغراض فاسدہ اور نجس پالیسی کی بنا پر فنا کر دیا۔

☆......☆......☆